© rasailojaraid.com

قسط نمبر (۱۱)

ہندو تہذیب اور مسلمان

از: ڈاکٹر محمد عمر صاحب استاذ تاریخ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

دختر کشی[1]

ایام جاہلیت میں عربوں میں یہ رسم جاری تھی کہ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے[2] اخلاق مصلح کی حیثیت سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بہت بڑا کارنامہ تھا کہ انھوں نے اس رسم کو مسلمانوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دور کر دیا تھا[3]۔ یہاں ہمیں اس بات سے کوئی بحث نہیں ہے کہ یہ رسم کب اور کس طرح وجود میں آئی۔ اور اس کے پس منظر میں کیا وجوہ کارفرما تھے۔ ہمیں تو صرف یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ اسلام کے عروج کے قبل عربوں میں اور دیگر قوموں میں یہ رسم جاری تھی اور اس پر عمل بھی ہوتا تھا۔

ہندوستان کی قدیم مذہبی اور دیگر کتب سے اس بات کی شہادتیں ملتی ہیں کہ اس ملک میں ہمیشہ سے لڑکی کی ولادت کو منحوس سمجھا جاتا تھا اور "حقیقت میں انیسویں صدی عیسوی کے ابتدائی زمانے تک ہندوستان میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسم جاری تھی اور اس زمانے میں بھی کبھی کبھی ایسے واقعات سننے اور دیکھنے میں آتے ہیں۔ اس

---

[1] دختر کشی کی رسم کے سلسلے میں تفصیلی معلومات کے لئے ملاحظہ ہو۔
JOHN WILSON: HISTORY OF THE SUPPRESSION OF INFANTICIDE IN WESTERN INDIA (BOMBAY
BROWN, JOHN CAVE: INDIA INFANICIDE, ITS FRIGM AND SUPPRESSION (LONDON 1857)

[2] LEVY, R: THE SOCIOLGY OF ISLAM, P.131

[3] ENCYCLUFAEDIA OF RELIGION AND ETHICS VIII, P 876 B

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسم کی ابتدا، ویدک کال سے ملتی ہے [۱]

ہندوستانی مسلمانوں نے اس رسم کو کب اور کیوں کر اپنایا، اس بات کی کوئی شہ
تاریخ کی کتابوں میں نہیں ملتی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ دیگر رسوم کی طرح وہ ہندو جنہوں ــ
اسلام قبول کر لیا تھا، مسلمان ہونے کے بعد بھی وہ اپنے خاندان اور قبیلہ کی تمام رسمو
اور روایتوں پر عمل کرتے رہے۔ اور اس طرح دختر کشی کی رسم بھی مسلم سماج کا ایک
مثلاً میرے ایک ساتھی مسلم راجپوت ہیں۔ ان کا گوت بیس ہے۔ ان کا خاندان انیہ
صدی کے اوائل میں مسلمان ہوا تھا۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ مسلمان ہونے کے بعد بھی یہ رسم
ان کے خاندان میں آج سے پانچویں پشت تک جاری تھی اب بند ہو گئی ہے۔ انھوں نے بتایا
کہ لڑکی کی ولادت کے موقع پر پنڈت کو بلایا جاتا تھا۔ وہ جنم پتری بناتا تھا۔ اگر وہ کہہ
تھا کہ یہ لڑکی بھاگوان ہے تو اسے زندہ چھوڑ دیا جاتا تھا۔ ورنہ اگر وہ اسے منحوس بتاد
تھا تو اس بچی کو اکا دکا دودھ پلا کر مار دیا جاتا تھا۔

مختصر یہ کہ اٹھارہویں صدی عیسوی میں ایسے شواہد دستیاب ہوتے ہیں۔ جن سے
معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں راجپوت مسلمانوں کے علاوہ دیگر مسلمانوں میں بھی دختر کشی کی
پائی جاتی تھی۔ اس فعل کا سبب معاشی تنگی اور غربت بتایا جاتا تھا۔ کیوں کہ وہ لوگ اپ
غربت کی وجہ سے نہ ان لڑکیوں کی پرورش ہی کر سکتے تھے اور نہ شادی بیاہ کے لئے جہیز
انتظام۔ اس کام میں بیشتر عورتیں محرک ہوتی تھیں۔ مرزا مظہر جان جاناں اس بدعت
قلع قمع کرنا چاہتے تھے۔ غالباً اس بات کی مذمت اور تبلیغ سے کام نہیں چل رہا تھا۔ لہٰ
عورتوں کو مرید کرتے وقت دیگر شرائط کے علاوہ ایک شرط وہ بھی لگاتے تھے اور عہد لی
تھے کہ وہ اپنے بچوں کو زندہ درگور نہ کریں گی اور نہ ہی کسی بہانے سے کسی بچے کو جان سے
مار ڈالیں گی۔ نعیم اللہ بہرائچی کا بیان ہے:

ENCYCLOPAEDIA OF RELIGION AND ETHICS VOL. III, P. 514 A [۱]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"کہ در بعیت نسار فرمودہ است نہی از قتل اولاد است کہ زنان ایشاں دختراں
را می کشتند، از جہت ترس فقر" ۵۱

بیگم میر حسن علی کے ایک بیان سے اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ اٹھارویں
اور انیسویں صدی عیسوی کے مسلمانوں میں دختر کشی کی رسم جڑ پکڑ چکی تھی۔ وہ لکھتی ہیں۔
"ہندوستان کے مسلمانوں کی تاریخ کے ہر دور میں ایسی ہی دشواریوں کا مقابلہ
کرنا پڑتا رہا ہے۔ اور تہذیب کے زیادہ تاریک ادوار میں لڑکیوں کی شادی اچھے
گھرانوں میں ہونے کی رکاوٹوں نے گاؤں کے باشندوں اور جہلا کو راجپوتوں
کی تقلید کرنے کی طرف مائل کیا۔ یعنی لڑکیوں کی زیادہ تعداد کو پیدا ہوتے ہی تباہ کر دینا"
انھوں نے آگے لکھا ہے کہ انیسویں صدی کے ابتدائی زمانہ میں لڑکی کی ولادت
دلی اور مایوسی کا باعث ہوتی تھی۔ جبکہ لڑکے کی پیدائش پر زنانہ محل خوشیوں اور جشن
سے گونج اٹھتا تھا۔ ۵۲

رسم جوہر ۵۳

ٹوڈ نے لکھا ہے کہ جوہر کی یہ رسم ہندوستانیوں کی ایک بہت دہشت زدہ
اور خوفناک رسم تھی۔ اور سندھ ندی کے مغرب میں بھی سکندر اعظم (یہ حملہ ۳۲۶ قبل مسیح میں ہوا تھا) کے زمانے سے پائی جاتی تھی۔ جنگ میں ہزیمت خوردہ یا شہر پر
دشمن کا قبضہ ہونے کی صورت میں اپنے خاندان کے افراد کو جان سے مار ڈالنے کی یہ رسم
تھی۔ اور بالخصوص راجپوتوں میں پائی جاتی تھی۔ سجان رائے بھنڈاری نے ہندوؤں کے
متعلق لکھا ہے۔
"اکثر از کوہستانی کہ از جادۂ اطاعت حکام انحراف می ورزند، ہنگام محاربہ
بسیاری از معتبران را بر زنان خود ہا می گزارند۔ اگر حکام غالب می آیند و ایں مردم را امید
زندگی منقطع می شود آں معتمدان سنگین دل عورات را بشمشیر حمیت میگذرانند یا در آتش

---

۵۱ معمولات مظہری (نظامی پریس کانپور، ۱۲۷۵ھ) ص ۴۲
۵۲ OBSERVATIONS ETC. I, PP 349-350
۵۳ TOD: RAJASTHAN: I, CHAPT: XXIV. ۴۰۹ نیز تاریخ فرشتہ (انگریزی ترجمہ) ج ۴ ص

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غیرت خاکستر می سازند و این پردہ گیان ناموس دوست در غایت ثبات و قرار با
اکراہ و کشادہ پیشانی نقد جان نثار کنند و این امر را جوہر گویند" ۵۱

اٹھارہویں صدی میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ بڑے وقت میں ہندوؤں نے اس رسم
عمل کیا۔ احمد شاہ ابدالی کے ایک حملے کے موقع پر بقول قدرت اللہ قاسم، خوب چند ذکا نے
اپنی مستورات کے ساتھ یہی کیا تھا۔ وہ رقمطراز ہے۔

" درافراط تفریطے کہ بہنگامہ افاغنہ ابدالی بحضرت دہلی رو داد اکثر از نیاکانش بہ
(پاس ناموس عیال خود) ما جوہر نمودہ خود بمعرض ہلاک در آمدند و بعضے از نسوان بلحاظ
عصمت بچاہ افتادہ جاں بجان بخش دادند۔ ۵۲

اپنے خاندان کی عزت و ناموس اور عورتوں کی عصمت کے تحفظ کے لئے مسلمان بھی بڑے
وقتوں میں جوہر کو آخری حربہ سمجھتے تھے۔ ایک موقع پر مرزا نانکھن نے سعادت خاں کو یہ ہدایت کی
" تم جاؤ اور حرم سرا کے دروازے پر قیام کرو۔ جیسے ہی تم کو یہ خبر ملے کہ میدان جنگ
میں مجھے شہادت نصیب ہوگئی تو محل کے تمام چھوٹے اور بڑے افراد کے ساتھ جوہر کی رسم ادا
کرنا اور باعزت و ناموس بہشت کا سفر اختیار کرنا ۵۳

جب سکھوں نے سہارنپور پر حملہ کیا تھا تو بہت سی مسلمان عورتوں نے اپنی عزت اور
عصمت کو بچانے کی غرض سے کنوؤں میں گر کر جانیں دے دی تھیں ۵۴ احمد شاہ ابدالی کے
دہلی پر حملوں کے موقعوں پر اہل غیرت مسلمانوں نے زہر پی کر یا کسی دوسرے مہلک ہتھیار سے
اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالا تھا ۵۵ عام طور پر پہلے مرد عورتوں کو ختم کرتے تھے اور پھر خود کشی
کرتے تھے ۵۶۔

---

۵۱ خلاصۃ التواریخ ص ۲۶۔ نیز ملاحظہ ہو۔ حدیقۃ الاقالیم ص ۳۵ ۵۲ قدرت اللہ قاسم
مجموعۂ نغز۔ ج اول ص ۲۵۹ ... ۵۳ بہارستان غابی (انگریزی) ج۔ ص ۳۲۹
۳۴۰ ج ۲ ص ۵۹۴-۵۹۵ ۵۴ LATE MUGHALS, I, P. 161
۵۵ آزاد بلگرامی نے لکھا ہے:" اہل غیرت خود را بہ سم و سلاح ہلاک کردند" خزانۂ عامرہ ص ۹۹
۵۶ بہارستان غابی (انگریزی) ج ۱ ص ۱۴۱، ۱۴۳، ۱۴۰

© rasailojaraid.com